سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۰۶

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو! لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو
(اختؔر)

داستانِ اہلِ دل

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
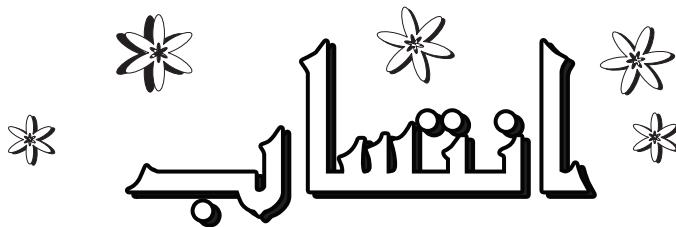
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی پاکستان
www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ:	داستانِ اہلِ دل
نامِ واعظ:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلھم علینا الیٰ مأۃ وعشرین سنۃ
تاریخ ومقامِ وعظ:	۱۲؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۳؍نومبر ۱۹۹۸ء، بروز منگل، بعد فجر، دار العلوم زکریا وبعد مغرب، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحبؒ اور ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۷؍نومبر ۱۹۹۸ء، بروز ہفتہ، بعد مغرب، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحبؒ (سفر جنوبی افریقہ میں لینیشیا، جوہانسبرگ میں ہونے والی تین مجالس کا مجموعہ)
موضوع:	اللہ والوں کی زندگی ہمیں کیا سبق دیتی ہے؟
مرتب:	سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی
کمپوزِنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب، مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال، کراچی
اشاعتِ اوّل:	محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۲ء
تعداد:	۲۲۰۰
ناشِر:	کُتب خانہ مظہری گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

☆......☆......☆

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

پیشِ لفظ ۶
میرا ہر شعر تاریخِ محبت ہے ۷
اللہ پر پورا جہان فدا کرنے کا مطلب ۸
اللہ خونِ تمنا سے ملتا ہے ۱۰
خونِ تمنا کی عظمت ۱۰
عشقِ حقیقی کی تکمیل گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے سے ہوتی ہے ۱۲
اللہ کی ہر وقت ایک نئی شان ہے ۱۲
خونِ تمنا مطلعِ آفتابِ نسبت ہے ۱۳
حسن پرستی قابلِ صد افسوس ہے ۱۵
حسنِ فانی سے دل لگانا علامتِ کرگسیّت ہے ۱۶
خونِ تمنا اور مقامِ ابراہیم ابن ادھمؒ ۱۷
ایک لطیفہ ۱۷
خیانتِ عینیہ وقلبیہ دونوں سے بچنے کی تلقین ۱۸
زندہ حقیقی بری خواہشات کو مردہ کرنے سے ملتا ہے ۲۰
تاثیرِ دردِ نہاں ۲۲
داستانِ اہلِ دل کا سبق ۲۲
حضرت والا کا اہتمامِ صحبتِ اہل اللہ اور مجاہدات ۲۳

حضرت والا کا ادبِ اساتذہ اور اس کے ثمرات.................................۲۵
محبتِ بے زباں کی سحر انگیزی.................................۲۶
گلستانِ قربِ الٰہی کی یاد کا فیض.................................۲۷
سببِ صحرا نوردی.................................۲۸
بیانِ محبت کی کرامت.................................۲۹
نسبت اہلِ نسبت ہی سے ملتی ہے.................................۳۰
حدیث: اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کی تشریح.................................۳۱
حکمت کے ساتھ نصیحت کرتے رہنے کی ترغیب.................................۳۲
ڈاڑھی کے خلال کا مسنون طریقہ.................................۳۳
حدیثِ مذکور سے متعلق ایک علم عظیم.................................۳۵
بغیر صحبتِ شیخ کیفیتِ احسانیہ حاصل نہیں ہوسکتی.................................۳۶
نگاہِ اولیاء رنگ لاتی ہے.................................۳۷
مجاہدہ بقدرِ استطاعت فائدہ مند ہے.................................۳۷
حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کا عشقِ شیخ.................................۳۸
مشایخ کو ایک اہم نصیحت.................................۳۹
اعمال کا وجود قبولیت پر موقوف ہے.................................۴۰
اذان کے بعد کی دعا اور اس کی شرح.................................۴۱
عارفانہ اشعار وعظ سے کم نہیں.................................۴۲

☆......☆......☆......☆

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

پیشِ نظر وعظ ''داستانِ اہلِ دل'' مرشدی و مولائی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے جنوبی افریقہ کے آٹھویں سفر میں ہونے والی تین مجالس کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ جس میں سے پہلی مجلس ۱۲؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۳؍نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز منگل، بعد فجر، دارالعلوم زکریا، لینیشیا، جوہانسبرگ میں ہوئی اور دوسری مجلس اسی دن بعد مغرب مفتی حسین بھیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ہوئی اور تیسری مجلس بھی مفتی صاحب ہی کے یہاں ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۷؍نومبر ۱۹۹۸؁ء، بروز ہفتہ، بعد مغرب ہوئی۔ ان مجالس میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اپنے شعار بعنوان ''سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھ کو'' کی انتہائی دردانگیز تشریح فرمائی اور اس کے ضمن میں اپنے بعض حالاتِ رفیعہ بھی بیان فرمائے۔

احقر نے ان تشریحات کو اولاً جمع اور مرتب کیا اور ترتیبِ ثانی نہایت سلیقہ اور محنت سے برادرم مولوی محمد ناصر سلمہٗ خادم حضرت والا نے کی جواب قارئین کے استفادہ کے لئے پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں حضرت والا دامت برکاتہم کے دردِ دل کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

احقر سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ
خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم
۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۴؁ھ، ۲۷ نومبر ۲۰۱۲؁ء

☆......☆......☆......☆

داستانِ اہلِ دل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

میرا ہر شعر تاریخِ محبت ہے

آج میں آپ لوگوں کو اپنے اشعار سنواؤں گا۔ میرا ہر شعر تاریخِ محبت ہے، یادگارِ محبت ہے، دردِ دل ہے، ان میں میری تارخ ہے۔ میرے اکثر اشعار تقریباً نوے فیصد نصف اللیل، آدھی رات کے بعد کے ہیں، اور قاعدہ کلیہ ہے لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ یوں لگتا تھا کہ بادل آئے برس کے چلے گئے اور جب بادل آتے تو میں مجبور ہو جاتا تھا، مجھے نیند نہیں آتی تھی جب تک کہ میں لکھ نہ لیتا اور ایسے مسلسل لکھتا تھا جیسے دَنا دَن اشعار کی بارش ہو رہی ہو، میں نے تکلف اور دماغ سے شعر نہیں کہے، اسی لیے ان میں اتنی لذت ہے۔ دوستو! میرے اشعار دردِ دل کے اشعار ہیں ؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

(پھر حضرت والا دامت برکاتہم کے حکم پر حضرت والا کا کلام بعنوان ''سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو'' پڑھا گیا، جس کی حضرت والا دامت برکاتہم نے تشریح بھی فرمائی۔ جامع)۔

اللہ پر پورا جہان فدا کرنے کا مطلب

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

اب کیا کریں دردِدل کچھ بولنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ جہاں دینے سے کیا مراد ہے؟ اگر کوئی کہے کہ میں تو غریب آدمی ہوں تو یہاں جہاں دینے سے تمنائے قلب مراد ہے، یہاں دل کی آرزوؤں کی دنیا مراد ہے۔بس قلب اللہ پر فدا کرو مع اس کے مظروف کے، ظرف اللہ پر فدا کرو مع مظروفات کے اور مظروفات کیا ہیں؟ خواہشات۔ جو خواہشات مرضیِ مولیٰ کے موافق ہوں انہیں پورا کرلو اور جو حرام ہوں تو حرام مال سے دل خوش مت کرو، اللہ کا نمک کھاتے ہو،نمک حرامی مت کرو، آپ کسی کو روٹی کھلائیں اور وہ آپ سے غداری اور بے وفائی کرے اور الیکشن میں آپ کے خلاف ووٹ دے تو آپ اس کو نمک حرام کہتے ہیں یا نہیں؟ تو جب شیطان و نفس کا الیکشن ہو اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا مقابلہ ہو تو کس کو ووٹ دینا چاہیے؟ نفس و شیطان کو یا اللہ تعالیٰ کو؟ اب دیکھو جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنی گندی خواہش اور بدنظری وغیرہ کو نہ چھوڑے اور اللہ کے حکم کو توڑ دے اور اپنا دل حرام خوشیوں سے خوش کر لے، دل نہ توڑے اور خدا کا قانون توڑ دے تو یہ شخص مردانِ راہِ حق میں سے نہیں ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؂

اے مخنث ! نے تو مردی نے تو زن

نہ تو مرد ہے، نہ عورت ہے تو ہیجڑا ہے، مخنث ہے، ہیجڑوں میں طاقت نہیں ہوتی، ہمت نہیں ہوتی، ناک پر انگلی رکھ کر عورتوں کی طرح بولتے ہیں اور جہاد میں ایسا بھاگتے ہیں کہ مڑ کے پیچھے بھی نہیں دیکھتے، اسی لیے مخنثوں کو فوج میں نہیں

رکھا جاتا، اللہ کے راستے کے رجال اور فوجی مخنث کیسے ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا مخنثیت سے توبہ کرو، جان کی بازی لگانے کا ارادہ کرو تب اللہ ملتا ہے یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کا یہی ترجمہ ہے کہ وہ اللہ کی ذات کا ارادہ کرتے ہیں اور جان کی بازی لگاتے ہیں یُرِیۡدُوۡنَ میں حال بھی ہے، استقبال بھی ہے، مضارع حاملِ حال و استقبال ہوتا ہے یعنی فی الحال بھی جان دیتے ہیں اور آئندہ کے لیے بھی ارادہ رکھتے ہیں مگر اللہ کو ناراض کر کے حرام خوشیوں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتے۔ لہٰذا ارادہ کرلو۔

شیخ پینے کا ارادہ تو کریں
حوضِ کوثر سے منگا لی جائے گی

تو اللہ کو قلب کا پورا جہان دینا پڑتا ہے، یعنی ہر خواہش جو مرضیِ مالک کے خلاف ہو۔ وہ خواہشات جن سے اللہ راضی نہ ہو تو اپنے دل کی ایسی دنیاوی خواہشات کو اللہ پر فدا کردو، اپنی خوشیوں کو مالک کی خوشیوں پر قربان کردو تو آپ نے گویا پورا جہاں اللہ کو دے دیا۔ اب اگر میں شرح نہ کرتا تو لوگ کہتے کہ ان کے پاس گاؤں کیا، ایک محلہ کیا، مکان بھی اپنا نہیں ہے، کرائے کے گھر میں رہتے ہیں تو پورا جہان اور دونوں جہان کہاں سے دے سکتے ہیں۔ تو جہان سے مراد جہانِ خواہشاتِ دل ہے، دنیائے خواہشات کو اللہ پر فدا کرنا ہے۔

اور سنو! میں نے اللہ کا نام جانِ جہاں کیوں رکھا؟ کیونکہ ان کا نام لینے کی برکت سے یہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ جب ایک بھی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی۔ تو جن کے اسم کی یہ شان ہے وہ مسمّٰی کتنا پیارا ہوگا۔ اس شعر کے پہلے مصرع ''جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو'' کی شرح ہوگئی۔ اب دوسرے مصرع کی شرح کرتا ہوں۔

اللہ خونِ تمنا سے ملتا ہے

بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

میری اردو کو دیکھو! الحمدللہ اللہ تعالیٰ مجھے الفاظ بھی عطا فرماتے ہیں۔ اس مصرع کی قیمت سلطنت بھی نہیں دے سکتی، یعنی میری جان کا خالق اور مالک، میرا اللہ مجھے بڑے خونِ تمنا سے ملا ہے، اللہ کا سودا ایسا سستا نہیں ہے

((اَلَا اِنَّ سِلۡعَۃَ اللہِ غَالِیَۃٌ))

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اللہ کا سودا مہنگا ہے، سستا نہیں ہے، اللہ خونِ تمنا سے ملتا ہے۔

خونِ تمنا سے مراد ہے کہ جو خوشی ہمیں حاصل ہو رہی ہو مگر اس سے اللہ ناخوش ہو تو جو اس حرام خوشی سے بچے گا اس کے دل میں ایک غم پیدا ہوگا، یہ ہے خونِ تمنا اور یہ غم اتنا روشن ہوتا ہے کہ سورج بھی اس سے شرماتا ہے کیونکہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے، جس کو یہ غم حاصل ہو جائے وہ اشکبار رہتا ہے اور سورج و چانداس غم کی روشنی سے شرمسار رہتے ہیں۔

خونِ تمنا کی عظمت

اہلِ ظاہر سمجھتے ہیں کہ خونِ تمنا ایک مصیبت ہے، واللہ اللہ کے راستے میں اور خونِ آرزوئے حرام کرنے میں اتنی لذت ہے کہ سارے عالم کی لذت ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور دوسری طرف اللہ کے راستے کا ایک ذرّہ غم رکھ دو تو وہ اَلَذّ ہے، عِنۡدَ قُلُوۡبِ الۡعَارِفِیۡنَ اللہ والوں کے دلوں سے اس کو پوچھو، ان کے راستے کے ایک کانٹے کو سارے عالم کے پھول سلامِ احترامی پیش کریں تو بھی اللہ کے راستے کے ایک کانٹے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ ہے

رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡهِ عاشقوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے راستے کے قید خانے اَحَبّ ہوتے ہیں۔ مقامِ عشقِ نبوت سے یہ جملہ جاری ہوا ہے کہ اے خدا! آپ کے راستے کا قید خانہ مجھے اَحَبّ ہے اس گناہ سے جس کی طرف مجھے بلایا جا رہا ہے۔ تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ عطا فرمایا جس کو الٰہ آباد میں میں نے پیش کیا، علماء ندوہ بھی تھے اور شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کے بارے میں حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میرے نزدیک پورے ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ میں اتنا قوی تعلق مع اللہ کسی کو حاصل نہیں ہے جتنا مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو حاصل ہے، حضرت مفتی صاحب نے یہ مجھ سے خود فرمایا، میرے اور حضرت کے بیچ میں کوئی راوی نہیں ہے، اختر کو خود ان کی صحبتیں بہت زیادہ نصیب ہوئیں۔

ایک مرتبہ دورانِ مجلس اختر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں طرف تھا، مولانا ابرار الحق صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھیؒ رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت پرتا بگڈھی خاموش ہو گئے بس حضرت مفتی صاحب نے جھک کر حضرت پرتا بگڈھی کی آنکھ دیکھی کیونکہ وہ بالکل ان کے برابر تھے اور میرے کان میں فرمایا کہ اب مولانا یہاں نہیں ہیں، اب مولانا دنیا میں نہیں ہیں، یہ لوگ جسم سے تو دنیا میں رہتے ہیں مگر ان کے قلب و روح اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضرت دوبارہ تقریر فرمانے لگے۔

تو الٰہ آبا میں میں نے رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ... الخ کے حوالے سے ایک جملہ کہا تھا کہ جن کی راہ کے قید خانے اَحَبّ ہوتے ہیں تو ان کی

راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔ اس جملہ پر حضرت پرتا بگڈھیؒ اور ندوہ کے علماء کو وجد آ گیا۔

عشقِ حقیقی کی تکمیل گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے سے ہوتی ہے

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی تمنا پوری کرے گا وہ خدا کو نہیں پا سکتا، عشق کی تکمیل نامرادی سے ہوتی ہے۔

ہوتی نہ یوں تکمیلِ محبت
اپنی تمنا ہوتی جو پوری

تو جو تمنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو ایسی تمناؤں کو کچل دو، ایسی آرزوؤں کا خون کر دو، پاش پاش کر دو اگر مولیٰ کو حاصل کرنا ہے، ورنہ نہ تم مولیٰ پاؤ گے، نہ لیلیٰ پاؤ گے، خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ ہو جاؤ گے، ایک دن لیلیٰ مرجائے گی۔ لہٰذا ایسی ذات پر مرو جو حَیٌّ لَّا یَمُوۡتُ ہے ہر وقت اس کی نئی شان ہے، ان حسینوں کی شان عَلٰی مَعۡرَضِ الزَّوَالِ وَعَلٰی مَعۡرَضِ الۡفَنَاءِ ہے، کبھی دانت ٹوٹ گئے، کبھی ناک میں زکام ہو گیا اور بدبودار بلغم نکلنے لگا، کبھی گال چومنے کے مقام پر کینسر ہو گیا اور ایک ایک چھٹا نک پیپ اور خون نکل رہا ہے، اب کہاں چُمّا لو گے؟ ہر معشوق عَلٰی مَعۡرَضِ الزَّوَال بھی ہے اور عَلٰی مَعۡرَضِ الۡفَنَاء بھی ہے، تو ان سے دل لگانے والا انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ مونکی (Donkey & Monkey) ہے۔

چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا

اللہ کی ہر وقت ایک نئی شان ہے

اللہ تعالیٰ اپنی شان بیان فرماتے ہیں کہ کہاں لیلاؤں پر مرتے ہو؟

مرنے والوں پر مرتے ہو جن کے کالے بال سفید ہونے والے ہیں، ان کی کالی زلفوں پر غزل کہتے ہو احمقو! یہ بال سفید ہونے والے ہیں، ان کی چشمِ نرگس پر ایک دن پونے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوگا اور کمر جھکی ہوئی ہوگی، گال پچکے ہوں گے، دانت باہر آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی شان بیان فرمارہے ہیں کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ میں یوم بمعنی یوم نہیں ہے بلکہ اَیۡ فِیۡ کُلِّ وَقۡتٍ مِّنَ الۡاَوۡقَاتِ وَفِیۡ کُلِّ لَمۡحَۃٍ مِّنَ اللَّمۡحَاتِ وَفِیۡ کُلِّ لَحۡظَۃٍ مِّنَ اللَّحۡظَاتِ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ یعنی ان کی ہر وقت، ہر لمحہ، ہر پل نئی شان ہے۔ جب ان کی ہر وقت نئی شان ہے تو ان کے عاشقوں کی بھی ہر وقت نئی شان رہتی ہے۔ یہ جو نئے نئے مضمون عطا ہوتے ہیں یہ بھی نئی شان ہے، نئی کیفیات، نیا دردِ دل، اپنے مفہوم میں اللہ کی محبت کے مفاہیم کی تعبیر کے لیے خدا کے عاشقوں کو نئے نئے جام و مینا عطا ہوتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

وہ خمرِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

خونِ تمنا مطلعِ آفتابِ نسبت ہے

بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

دیکھو! اس کی ایک اور شرح بتاتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کو خونِ تمنا پر کیوں موقوف فرمایا؟ اس کا ایک تکوینی راز ہے کہ دنیا کو جب سورج ملتا ہے تو مشرق لال ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب میں اپنی نسبت اور تعلق مع اللہ کا آفتاب طلوع فرمانے سے پہلے خونِ تمنا کی توفیق دیتے ہیں، حرام تمناؤں کے خون سے اس کے دل کا افق لال ہوجاتا ہے اور پھر آفتابِ قرب طلوع ہوتا ہے۔ لہٰذا جس کو حرام آرزو اور بری خواہشات کے خونِ

تمنائے حرام کی توفیق ہونے لگے تو سمجھ لو اس کو نسبت مع اللہ کی عظیم دولت ملنے والی ہے اور جو بری خواہشات کا غلام ہے، جہاں چاہتا ہے سانڈ کی طرح نظر ڈالتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے آفتابِ قرب سے محرومی اس کا مقدر ہے، اس تقدیر کو بدلنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجئے اور خونِ تمنا کی مشق کیجئے، اہل اللہ کی صحبت سے ان شاء اللہ تعالیٰ شقاوت سعادت سے بدل جائے گی۔ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اِنَّ جَلِیْسَهُمْ یَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَیْهِمْ

اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ تعالیٰ انہیں کے ساتھ درج کر لیتا ہے اور جو افضال اور جو رحمتیں اللہ والوں پر نازل کی جاتی ہیں اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی محروم نہیں کرتا لیکن رفاقت میں حُسن اور اخلاص ہونا چاہیے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علامہ محمود نسفی نے تفسیر خازن میں فرمایا کہ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا، حَسُنَ معنیٰ میں مَآ اَحْسَنَ کے ہے، یہ افعالِ تعجب میں سے ہے کہ اللہ والے کیا ہی اچھے رفیق ہیں تو ان کی رفاقت کو حسین بنانے کی کوشش کرو یعنی رفاقت فی العمل میں اخلاص اور خونِ تمنا کی مشق کرنے کی عادت ڈالو ورنہ بزرگوں کے دسترخوان پر سموسہ پاپڑ تو مِل جائے گا مگر اللہ نہیں ملے گا، اگر نعمتیں پا گئے اور نعمت دینے والا نہ پایا تو ایسی نعمتیں تو کافر بھی کھاتا ہے پھر تم میں اور کافر میں کیا فرق ہے؟ بھئی نعمت تو کافر بھی استعمال کرتا ہے مؤمن کی شان یہ ہے کہ نعمت دینے والے کو قلب میں حاصل کرے، نسبت مع اللہ علیٰ سطح الولایت حاصل کرے، جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے، جو نصیبِ دوستاں ہے، یہ اللہ کے اولیاء کی قسمت ہے کہ وہ خونِ آرزوئے حرام کی عادت ڈالتے ہیں۔

اب کوئی کہے کہ مولوی بننے میں، اللہ والا بننے میں کوئی تمنا ہی پوری نہیں ہوگی، تو جائز تمنا پوری کرو، مرنڈا پینے کو دل چاہے خوب پیو، مرغی کھاؤ، اپنی بیوی کو ایک ہزار دفعہ دیکھو لیکن دوسروں کی وائف مت دیکھو ورنہ ویلیئم فائیو کھانی پڑے گی، نیند اُڑ جائے گی اور کوائف خراب ہوجائیں گے۔ لہٰذا کسی حسین کو بصورتِ پیار بھی نہ دیکھو بصورتِ غصہ بھی نہ دیکھو۔ بعض لوگ ائیر ہوسٹس کو بہت ڈانٹتے ہیں کہ ہم نے کافی مانگی تھی تم نے چائے دے دی لیکن ڈانٹنے میں بھی پوری آنکھیں کھول کر اس کے اوپر شعاعِ بصریہ کاملہ ڈالتے ہیں لہٰذا ہوشیار ہوجاؤ، ان کو نہ پیار سے دیکھو نہ غصے سے دیکھو، قصائی کی نظر سے بھی نہ دیکھو چاہے عیسائی ہو یا ڈیسائی ہو۔

حسن پرستی قابلِ صد افسوس ہے

کیا بتاؤں! مجھے بڑا دُکھ ہوتا ہے جب کوئی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو دیکھتا ہے یا اس کے عشق میں گُھلتا ہے۔ اس ظالم کے خسارے پر بڑا دُکھ ہوتا ہے، جیسے کسی دوست کو بہت بڑا خسارہ ہوجائے، اس کا گندم کا جہاز آسٹریلیا سے آرہا ہو اور ڈوب جائے تو سب اس کی مزاج پرسی کرنے آتے ہیں تو یہ حسینوں کا جہازِ حسن سمندرِ فنا، بحرِ فنا میں غرق ہونے والا ہے۔ اس لیے ان کے عاشقوں کو دیکھ کر ترس آتا ہے کہ کس قدر حماقت میں مبتلا ہیں۔ گدھے اور کتے تو مکلف نہیں ہیں ہم تو مکلف ہیں، اگر اہل اللہ یا ان کے غلاموں کے پاس کوئی رہے اور خونِ تمنا کی مشق نہ کرے تو سمجھ لو یہ ظالم سموسہ خور ہے، پاپڑ خور ہے، شیطان کا جھانپڑ خور ہے اور اپنی زندگی ضائع کرنے والا ہے، بصورتِ بایزید بسطامی ننگِ یزید ہے، یہ ظالم اللہ کی نافرمانی سے حرام لذت کی درآمدات کو سِیل (Seal) نہیں کرتا۔ میں دردِ دل سے کہتا ہوں، کسی کی توہین مقصود نہیں

ہے، آپ میرے بارے میں کیا گمان کرتے ہیں؟ میں کسی کی توہین کرکے اللہ کا مجرم بنوں گا؟ تحقیر تو کافر کی بھی جائز نہیں ہے، اس کے کفر پر نکیر تو واجب ہے مگر تحقیر اس کی بھی حرام ہے۔ جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید

کہ مسلماں بودنش باشد امید

تم کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو کہ کسی بھی وقت اس کے مسلمان ہونے کا امکان ہے۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ایک ہندو بنیے کو جنت میں دیکھا تو پوچھا لالہ جی! تم کیسے یہاں آ گئے؟ تم تو کافر تھے، اس نے کہا کہ مولوی جی! جب مرنے لگا تو مرنے سے کچھ دیر پہلے میں نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔

حسنِ فانی سے دل لگانا علامتِ کرگسیّت ہے

تو بعض لوگ خونِ تمنا کرنے کی ہمت نہیں کرتے اور آب وگِل میں پھنس جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو بدنظری کرتے وقت خانقاہ اور خدا بالکل یاد نہیں رہتا، جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے تو نہ خدا یاد آتا ہے، نہ پیر یاد آتا ہے، نہ خونِ تمنا کی توفیق ہوتی ہے، یہ علامتِ کرگسیت ہے، اس نے اپنے شیخ سے شاہ بازی نہیں سیکھی، اپنے بازِ شاہی سے شاہبازی نہیں سیکھی، یہ کھانے، ہگنے، موتنے اور عیش وعیاشی میں مصروف ہے، یہ سالک نہیں ہے، یہ حرام لذت سے اپنے قلب و روح کو ظلمات میں مبتلا کرتا ہے اور گندگی اور غلاظت اور نجاست اور گراؤنڈ فلور کے پیشاب پاخانے پر فدا ہوتا ہے، یہ کیا اللہ پر فدا ہوگا، جو خدا پر فدا ہوتا ہے وہ پیشاب پاخانہ کے مقام پر فدا نہیں ہوتا ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت ؎

چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا

جو آفتاب پر فدا ہوتا ہے وہ مردہ چراغ پر فدا ہو ہی نہیں سکتا۔ جو مولائے پاک پر مرتا ہے وہ لیلائے ناپاک پر نہیں مرتا۔ وہ سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنی تمناؤں کا ایک جہان دے کر، حرام تمناؤں کا خون کر کے اللہ تعالیٰ کو حاصل کرتا ہے۔

خونِ تمنا اور مقامِ ابراہیم ابن ادھمؒ

انسان کی بہت سی آرزوئیں ایسی ہیں کہ اگر سلطنتِ بلخ موجود ہو تو وہ اپنی خواہش کی تکمیل اور اس حسین کی تحصیل سلطنتِ بلخ دے کر کرے لیکن جس نے اللہ کے خوف سے متبادلِ سلطنتِ بلخ یعنی اپنے دل کی خواہش کو اللہ پر فدا کر دیا، اختر کو امید ہے کہ وہ میدانِ محشر میں حضرت سلطان ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھڑا ہوگا ان شاء اللہ۔ حفاظتِ نظر معمولی نعمت نہیں ہے، یہ بہت اہم بات بتا رہا ہوں شاید پوری کائنات میں اختر ہی سے یہ مضمون سنو گے، شاید دعوے کی شکست کے لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر کوئی صورت زندگی میں ایسی نظر آجائے کہ قلب میں تمنا پیدا ہوجائے کہ کاش! سلطنت بلخ ہوتی تو میں اس معشوق پر یا معشوقہ پر فدا کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کر کے اس کی تحصیل کرتا، اس کے ضلع میں جا کر اس کی تحصیل کر لیتا اور فارغ التحصیل ہوجاتا تو اللہ کے لیے اس حسین سے نظر بچانے پر ان شاء اللہ اس کو اللہ کے راستے میں سلطنتِ بلخ چھوڑنے کا ثواب ملے گا۔

ایک لطیفہ

فارغ التحصیل پر یاد آیا کہ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

ایک جاہل سے پوچھا کہ آپ کہاں سے فارغ التحصیل ہیں؟ تو اس نے کہا میری تحصیل ہاپڑ ہے۔ ہاپڑ میرٹھ میں ایک تحصیل ہے، وہاں کے پاپڑ بہت مشہور ہیں۔

تو یہ مضمون یاد رہے کہ دنیا میں مسکین بھی مقامِ سلطانیت پا سکتا ہے، حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ایک مسکین ملاّ بھی حاصل کرسکتا ہے اگرچہ اس کے پاس سلطنتِ بلخ نہیں ہے لیکن اپنی ایسی خواہشات کہ جن کی تکمیل کے لیے وہ سلطنتِ بلخ دے کر اس کی تحصیل کرتا مگر متبادل سلطنت بلخ یعنی حسین اور نمکین سے نظر بچالی اور اسے نہیں دیکھا، آہ نکل گئی یہاں تک کہ بخار کو منظور کرلیا مگر اپنے کو خار چبھنے سے بچالیا تو اختر کو امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ بھی قیامت کے دن سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوگا اپنی فداکاری اور وفاداری کی برکت سے، اور لوگوں کو تعجب ہوگا کہ یہ تو مسکین ملاّ تھا لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب امید ہے ارحم الراحمین دے گا کہ اگرچہ یہ ملاّ مسکین تھا لیکن اس نے اپنی نظر کی حفاظت کی، مزاجِ عاشقانہ ہونے کے باوجود مزاجِ رومانٹک کے بحرِ اٹلانٹک میں غرق نہیں ہوا اور اپنی اسٹک لے کر بھاگا، اس نے نظر کی حفاظت بھی کی اور قلب کی حفاظت بھی کی کہ اُس حسین کا تصور بھی نہیں لایا، بعض لوگ نظر تو بچا لیتے ہیں مگر دل کی آنکھ سے اس حسین کا خیال کرکے مزہ لیتے ہیں۔

خیانتِ عینیہ وقلبیہ دونوں سے بچنے کی تلقین

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ نظر بھی بچاؤ اور دل بھی بچاؤ، خیانتِ عینیہ سے بھی بچو خیانتِ صدریہ اور قلبیہ سے بھی بچو یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ یہاں صدور سے مراد قلوب ہے اَیۡ وَمَا تُخۡفِی الۡقُلُوۡبُ کیا بلاغت ہے! قلب مظروف ہے،

صدرِ ظرف ہے تَسْمِیَۃُ الْمَظْرُوْفِ بِاِسْمِ الظَّرْفِ ہے، کیا یہ بلاغت نہیں ہے؟ یہ مجازِ مرسل ہے۔

بعض لوگ نظر نیچی کرتے ہیں مگر دل میں حسینوں کے خیال سے مست ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نظر کو بچاؤ ساتھ ساتھ قلب میں بھی مولیٰ کے علاوہ کسی لیلیٰ کو مت آنے دو، بیویاں مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ ہمارے لیے حلال ہیں اور ان سے محبت عبادت ہے، وہ مولیٰ کے عشق میں شامل ہیں، اپنی گھر کی لیلیٰ، بیوی، عشقِ مولیٰ سے ایگزٹ نہیں ہوتی، چاہے حالتِ ذکر میں بھی اس کی یاد ستائے۔

ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ جب میں ذکر کرتا ہوں بیوی کا تصور بار بار آتا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی یاد میں اپنی بیوی کا خیال آجائے تو یہ ذکر میں مضر نہیں ہے، معین ہے کیونکہ اس کی محبت طبعی ہے اور اللہ کا شکر بھی ادا کرو کہ واہ رے میرے مولیٰ آپ نے کیسی لیلیٰ دی کہ آپ کی یاد میں بھی وہ ظالم غائب نہیں ہوتی۔ ان بیویوں سے محبت کرنے کو اللہ نے اپنی محبت میں شامل فرمایا ہے اور عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فرمایا ہے۔ میرے ایک مرید نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے شیخ نے تم سے محبت کرنے اور پیار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس نے کہا: This shaikh is very good یہ شیخ تو بہت اچھے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیروں کو بس خالی پیری مریدی آتی ہے، الحمدللہ اس پیر سے آپ وہ بات سنو گے کہ اہلِ علم وجد اور مستی میں آجائیں گے۔

تو بات چل رہی تھی کہ سرخیٔ مشرق علامت ہے آثارِ طلوعِ آفتاب کی اور جس کو خونِ تمنا کی توفیق ہونے لگے اور وہ اپنی حرام آرزوؤں سے نظر کو بچالے تو سمجھ لو کہ اب اس کو خالقِ آفتاب ملنے والا ہے، جس کو خیانت عینیہ اور خیانتِ بصریہ سے بچنے کی توفیق ہوجائے کہ نہ حسینوں کو آنکھ سے دیکھے اور نہ دل

میں ان کا خیال لائے، بہت سے لوگ نظر جھکائے ہوئے ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عرشِ اعظم پر ہیں مگر ان کے دلوں میں حسینوں کا جو تصور ہے وہ من وعن، مِنَ الْبِدَایَةِ اِلَی النِّهَایَةِ قائم رہتا ہے، یہ ہے شرح ھدایہ۔

توجس شخص کو اپنی حرام آرزو سے بچنے کی توفیق اور حوصلہ اور شیرانہ ارادے نصیب ہوجائیں وہ لومڑی کی طرح سلوک طے نہ کرے گا وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ اس کا ہر خونِ آرزو اس بات کی علامت ہے کہ اس کو جلد اللہ ملنے والا ہے، لیلیٰ سے نظر بچانا دلیل ہے کہ اب اس کو مولیٰ ملنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن عاشقوں کو دین کے سرکاری کام کے لیے قبول فرماتے ہیں ان کو مٹی کے کھلونوں میں ضائع نہیں کرتے، یہ مٹی کے کھلونے ہیں جو چل پھر رہے ہیں، دنیا کے جتنے حسین ہیں سب مٹی کے کھلونے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو تصنیف وتالیف، درسِ حدیث، درسِ تفسیر، درسِ عشق اور درسِ محبت ومعرفت سکھانے کے لیے منتخب کرتے ہیں، ہزاروں لاکھوں میں سے ان کا انتخاب ہوتا ہے ؎

نہ ہر گوہرے دُرَّةُ التَّاج شُد
نہ ہر مُرسلے اہلِ معراج شد
برائے سر انجام کارِ ثواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب

ہر موتی بادشاہ کے تاج میں نہیں لگتا، ہر رسول اہلِ معراج نہیں ہوتا، دین کا کام سرانجام دینے کے لیے ہزاروں میں سے کسی ایک کا انتخاب ہوتا ہے۔

زندہ حقیقی بری خواہشات کو مردہ کرنے سے ملتا ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ ایک تاجر نے

ایک چڑیا کو قید کر کے پنجرے میں بند کر دیا، تو جس شہر سے اسے قید کر کے لایا تھا جب کسی تجارت سے اسی شہر جانے لگا تو چڑیا سے کہا کہ جس گلستان اور جس چمن میں تمہارا گھونسلہ اور نشیمن تھا میں اسی شہر میں جارہا ہوں، وہاں تمہاری کوئی چڑیا دوست ہے؟ اس نے کہا ہاں ایک چڑیا دوست ہے جس کا فلاں درخت پر نشیمن ہے اس کو میرا پیغام دے دینا کہ میں گرفتار ہوں، پنجرے میں ہوں اور یادِ گلستاں سے ہر وقت چشم تر ہوں اور میری چشم اشکبار اور قلب مضطر ہے۔ تاجر نے سوچا کہ یہ پیغام دینے میں کیا نقصان ہے، اس نے جا کر اُس چڑیا کو تلاش کیا اور کہا کہ تمہاری وہ دوست جس کو ہم یہاں سے شکار کر کے لے گئے تھے اس نے یہ پیغام دیا ہے کہ ہم گلستان اور اپنے نشمین اور یارانِ چمن کی جدائی سے بہت غمگین ہیں چنانچہ یہ پیغام سننا تھا کہ وہ چڑیا ایک دم گر گئی، پھڑ پھڑا کے آنکھ بند کر لی اور اپنی صورت مردہ جیسی بنالی، بے جان ہوگئی حالانکہ زندہ تھی، اصل میں اس کو اس صورت سے ایک سبق دینا تھا۔ اب وہ تاجر بڑا غمگین ہوا، اس نے واپس جا کر پنجرے میں قید چڑیا کو ساری بات سنائی تو وہ بھی پھڑ پھڑا کے آنکھ الٹ کے مر گئی، وہ سمجھ گئی تھی کہ میری دوست نے مجھے سبق دیا ہے کہ مثل مردہ کے ہوجا۔ چنانچہ وہ پھڑ پھڑا کے ایک دم ساکن ہوگئی۔ تاجر سمجھا کہ یہ بھی مرگئی، اس نے پنجرے کی کھڑکی کھولی اور اس کو باہر پھینک دیا، جیسے ہی وہ پنجرے سے باہر نکلی تو اُڑ کے بھاگ گئی۔ اب تاجر نے کہا کہ یہ تو اچھا بے وقوف بنایا۔ تو مولانا رومی نے فرمایا کہ تم اپنی بری خواہشات کو مردہ کر دو تو زندہ حقیقی کو پاجاؤ گے اور اللہ سے ملاقات تم کو نصیب ہوجائے گی، تم کو مولیٰ مل جائے گا مگر بری خواہشات کو مردہ کر دو۔

تاثیرِ دردِ نہاں

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

زخمِ نہاں سے مراد زخمِ خونِ تمنا اور زخمِ حسرت ہے۔ اگر کسی حسین کو دیکھنے کے لیے دل پاگل ہو جائے، بے چین ہو جائے، دل کہے کہ اگر اس حسین کو نہ دیکھا تو ہم مر جائیں گے تو اس سے کہہ دو کہ ہاں مر جاؤ لیکن ہم وہی کام کریں گے جس سے ہمارا مالک خوش ہو گا۔ اپنی خوشی کو مالک کی خوشی پر قربان کرنے سے دل پر ایک زخم تو لگے گا لیکن ایسا دردِ دل عطا ہو گا کہ دونوں جہان کی لذتوں سے زیادہ لذیذ ہو گا اور اس درد کی کیف و مستی اس کو مجبور کرے گی کہ وہ اس کو بیان کرے اور لوگوں کے دلوں میں بھی آگ لگا دے، پھر وہ یہ شعر پڑھے گا۔

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

داستانِ اہلِ دل کا سبق

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو! لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

یعنی جن اللہ والوں کی صحبت اٹھانے کی اللہ تعالیٰ نے مجھے جوانی میں توفیق دی، جن بزرگوں کے ساتھ اختر نے ایک زمانہ لگایا، ان کا ہر وقت اللہ کی یاد میں رونا، ان کی ساری داستان میری آنکھوں کے سامنے ہے، ان کی آہ و

فغاں میرے کانوں میں گونجتی ہیں، میری آہ جنگلی نہیں ہے، صحرائی نہیں ہے، بزرگوں کی آہوں کی گود میں اختر کی آہ مربّٰی ہوئی ہے، تربیت یافتہ ہوئی ہے، یہ مربّہ ایسے ہی آپ لوگوں کا مربِّی نہیں ہوگیا، میرے آنسو بھی تربیت یافتہ ہیں، یہ صحرائی پودے نہیں ہیں، میرے آنسو بھی اللہ والوں کے آنسوؤں میں تربیت پائے ہوئے ہیں، اختر کی آہ بھی اللہ والوں کی آہ کی آغوش میں تربیت پائی ہوئی ہے، دو چار مہینے نہیں اختر نے اس طریقے سے ایک زمانہ گذارا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میر صاحب نے میرا ایک شعر یاد دلایا کہ ؎

آہِ من پروردۂ آہِ شما
دردِ من پروردۂ دردِ شما

اے میرے مرشد شاہ عبدالغنی! اختر کی آہ آپ کی آہوں کی پلی ہوئی ہے اور میرا دردِ دل آپ کے درد کا پروردہ اور تربیت یافتہ ہے۔

حضرت والا کا اہتمام صحبتِ اہل اللہ اور مجاہدات

روئے زمین پر شاید ہی کسی کو اتنی مدت اپنے مشائخ کے ساتھ ملی ہو جتنی اختر کو ملی، تین شیخ کا تربیتی ہے اختر۔ جب میں بالغ ہوا تو تین سال تک شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا، اس کے بعد سترہ سال شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور بتا چکا ہوں کہ وہ مشقت اُٹھائی کہ بیت الخلاء کی جگہ بھی نہیں تھی، جنگل میں جانا پڑتا تھا اور جب سیلاب آتا تو ہر طرف پانی ہی پانی ہوتا تھا اور کوئی غسل خانہ بھی نہیں تھا، جب غسل کی ضرورت پڑ جاتی تو تالاب میں بیچ پانی میں گھسنا پڑتا تھا جس میں چاروں طرف جونکیں بھی ہوتی تھیں، جونک کو ہٹاتے رہو اور نہاتے رہو۔ آج سوچتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یا اللہ آپ کے کرم نے وہ وقت گذروا دیا، اب تو تصور سے بھی دل کانپتا ہے کہ میں نے وہ

دن کیسے گذارے۔ یہ ہے اس شعر کا حاصل کہ میرے سامنے میرے بزرگوں کی حیاتِ عاشقاں، حیاتِ دوستاں اور داستانِ حیات ہے، وہی داستان پیش کرتا ہوں۔

مجھے ستایا بھی بہت گیا اور مجھ پر تبصرہ بھی ہوا، میں ایسے وقت میں ایک شعر پڑھتا ہوں۔

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو!
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دکھائے

جب میں شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تو وہ تمام لوگ جنہوں نے مجھ کو طب پڑھائی تھی، سب سے پہلے انہوں نے تنقید کی کہ حکیم ہو کر پیری مریدی میں پڑ گئے، دواخانہ کھولنا چاہیے، طب کو ترقی دینی چاہیے، یہ کس چکر میں پھنس گئے؟ اور عربی پڑھانے والے اساتذہ کہتے تھے کہ اس کو کیا علم آئے گا، کوئی پوچھے گا بھی نہیں کیونکہ یہ تو پیری مریدی کے چکر میں ہے، جب دیکھو اپنے شیخ کے یہاں، ہر جمعرات کی شام کو بستر سر پر رکھا اور شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے کیونکہ وہ دیہات تھا اور سردیوں میں میرے شیخ کے یہاں بستر نہیں ملتا تھا۔ تو بستر لے کر، گدا رضائی سر پر لادا اور پانچ میل پیدل شیخ کے یہاں جمعرات کو گئے، شبِ جمعہ رہے، دن کو حضرت کی خدمت کی، ان کو وضو کرایا، نہانے کے لیے پانی گرم کیا اور جمعہ میں شیخ کی تقریر سنی، پھر رات کو رہے اور سنیچر کی صبح کو مدرسے پہنچ گئے۔

تو اساتذہ کہتے تھے کہ تمہاری استعداد کمزور ہو جائے گی لیکن جب مضمون دیا گیا کہ سب لوگ عربی میں مضمون لکھیں تو اس سال میں شرح وقایہ پڑھتا تھا، میں نے پینتیس صفحوں میں عربی کا مضمون لکھا تو بخاری شریف والوں کے مضمون سے میرے مضمون کے اعلیٰ نمبر آئے، تب سب نے کہا کہ

ارے بھئی! اس کو بدھومت سمجھو، اس کو شیخ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت حاصل ہے۔

حضرت والا کا ادبِ اساتذہ اور اس کے ثمرات

اور میری مثنوی کی شرح اور دوسری کتابیں پڑھ کر مجھے فارسی پڑھانے والے استاد بھی کہنے لگے کہ کیا تم نے کہیں اور فارسی پڑھی ہے کیونکہ مثنوی کی شرح آسان نہیں ہے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت جو آپ سے پڑھا تھا اتنا ہی پڑھا ہے اور چونکہ وہ تیز بولتے تھے تو سمجھ میں آتا نہیں تھا اور طلبہ شکایت کرتے تھے، میں نے کہا کہ شکایت مت کرو، استاد کا ادب کرو، جو ملنا ہے اسی میں مل جائے گا کیونکہ استاد الحمد للہ تہجد گذار اور حکیم الامت تھانوی سے بیعت تھے۔ تو ایک صاحبِ نسبت کی شکایت نہ کرو کہ یہ تیز بولتے ہیں، اس لیے میں نے کہا کہ جیسے بولیں بولنے دو بعد میں آپس میں تکرار کر کے سمجھ لو، حاشیہ دیکھ لو۔

اللہ کا شکر ہے کہ میری فارسی میں اللہ نے وہ برکت ڈالی کہ ایران کے علامہ زاہد نیشا پوری جن کی مادری زبان فارسی ہے انہوں نے مجھے لکھا کہ ''ہر کہ مثنوی اختر را بخواند او را مثنوی مولانا روم پندارد'' یعنی جو اختر کی مثنوی پڑھتا ہے وہ اسے مولانا روم کی مثنوی سمجھتا ہے اور سنئے ''وترا مولانا جلال الدین رومی ثانوی می فہمیدم'' ہم آپ کو اس زمانے کا مولانا روم ثانی سمجھتے ہیں، میری مثنوی کے شروع میں یہ چھپا ہوا ہے۔ علامہ زاہد نیشا پوری ایرانی مادرزاد فارسی اہل زبان اور فاضل دیوبند تھے۔ بس امید ہے کہ میری آہ ان شاء اللہ رائیگاں نہیں ہوگی۔

مولانا ہارون بتاؤ! جب شروع شروع میں مولوی حسین میرے پاس

آتے تھے تو لوگ ہنستے تھے یا نہیں؟ کہ یہاں کیا رکھا ہے، اس کے پاس کہاں جاتے ہو، اب وہی لوگ بنوری ٹاؤن کے مفتی حضرات اور بینات کے مدیر سب بیعت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اور بھی دکھائے گا، ابھی میں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری آہ کو رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تجھ سے ہے فریاد اے ربِّ جہاں!

یہ شعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور میرا شعر ہے۔

لذتِ ذکرِ نامِ خدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن

دشت جنگل کو اور دمن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں گاؤں والے کوڑا پھینکتے ہیں جسے کوئی اُٹھانے والا بھی نہیں ہوتا، جہاں کوڑا کرکٹ، غلاظت، نجاست، بھوسہ اور گوبر اسٹاک ہوتا ہے۔ جو اللہ کو یاد نہیں کرتا اس کی زندگی جنگلی ہے، ویران ہے، برباد ہے، کوڑا کرکٹ کا مجموعہ ہے اور دیہاتوں میں کارپوریشن بھی نہیں ہوتی کہ اس کو اٹھا کر لے جائے لہٰذا وہیں بدبو پھیلتی رہتی ہے۔

محبتِ بے زباں کی سحر انگیزی

زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

یعنی اللہ کے عاشقوں کے الفاظ و بیان میں زبردست تاثیر ہوتی ہے لیکن بعض اللہ والے ایسے ہیں جن کے دل میں عشق کا طوفان ہوتا ہے لیکن اس کے اظہار کے لئے ان کے پاس الفاظ نہیں ہوتے۔ وہ اس لذت اور اس جوشِ محبت کے

بیان پر قادر نہیں ہوتے جو وہ دل میں لئے ہوئے ہیں۔ ان کی زبان خاموش رہتی ہے لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں ہوتا ہے۔ ان کی یہ بے زبانی ہزاروں بیان سے زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے۔ میرا شعر ہے ؎

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
اللہ! اللہ! عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

اور ؎

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گذرتا ہے
زبان خاموش رہتی ہے مگر دل روتا رہتا ہے

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

گرچہ تفسیرِ زباں روشن گر است
لیک عشقِ بے زباں روشن تر است

یعنی اہل اللہ کی زبان سے عشق کی تفسیر اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کر دیتی ہے، گمراہوں کو ظلمات سے نور میں لے آتی ہے لیکن عشق کی بے زبانی اس سے بھی زیادہ روشن اور اس سے بھی زیادہ اثر انگیز ہے۔

گلستانِ قربِ الٰہی کی یاد کا فیض

قفس کی تیلیاں رنگین دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

اس کی تشریح سن لو کہ دنیا کی رنگینیاں اور ٹیڈیوں کی ڈسٹمپریاں اور یہ ساری پریاں ہم کو دھوکہ نہیں دے سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی لذتِ قرب اور لذتِ درد

اور لذتِ ذکر ہم کو ہر وقت مست رکھتی ہے اور یادِ گلستاں میں مشغول رکھتی ہے تو ہم سجنِ دنیا میں رہتے ہوئے بھی گلستانِ قربِ الٰہی کو فراموش نہیں کر سکتے۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

جب پھولوں سے اللہ کی خوشبو نہ چھپ سکی تو یہ ٹیڈیاں اور ان کے گراؤنڈ فلور ہم کو کیا دھوکہ دے سکتے ہیں، نہ ان کے آگے سے عرقِ گلاب پاؤ گے نہ پیچھے سے زعفران۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ پر ایک پھول فدا کر دو اللہ پورا گلستان دے دیتا ہے، ایک تمنا کا خون کرو اللہ تعالیٰ آپ کی لاکھوں تمنائیں اور اس کا حاصل قلب کے اندر پیش کر دے گا۔

سببِ صحرانوردی

مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

اس صحرانوردی میں ساؤتھ افریقہ کا سفر بھی شامل ہے اور ملاوی کا بھی اور روزانہ صبح کو جنگلوں میں جانا بھی اور اس کی وجہ اگلے مصرع میں ہے ؎

بہت مجبور کرتی ہے مری آہ وفغاں مجھ کو

یعنی میرے شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں پھرنے کی وجہ میری آہ وفغاں ہے جو مجھے مجبور کرتی ہے کہ اللہ کی محبت کی لذتِ درد کو سارے عالم میں نشر کروں، خود بھی دیوانہ بنوں اور لوگوں کو بھی اللہ کا دیوانہ بناؤں۔

بیانِ محبت کی کرامت

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو! راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

دیکھو! اس شعر کے اندر میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بیان کا مزہ پیش کیا ہے کہ ظالمو ہمیں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ سنانے دو پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ چین اللہ کے نام میں ہے یا رین (RAN) میں ہے اور اس شعر میں سارے عالم کے سلاطین شامل ہیں مسلمان ہوں یا کافر ہوں، کیونکہ یہ شعر کہتے وقت میرے سامنے یہ جغرافیہ تھا کہ اگر سارے عالم کے سلاطین اور جو سلاطین کافر ہیں وہ مسلمان ہوکر اختر کے ہاتھ پر بیعت ہوجائیں اور میرے سامنے بیٹھ جائیں، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیان کرنے کا موقع دیں اور ہر بادشاہ کی زبان کا ترجمان، ٹرانسلیٹر بھی ہو تو میں دیکھتا ہوں کہ ان کی سلطنت کہاں رہتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ ان کے دلوں پر زلزلہ نہیں زلازِل آئیں گے اور ان کی آنکھیں اشکبار ہوجائیں گی اور اختر کی تقریر سے ان کے دل تڑپ جائیں گے ۔

جو چپ بیٹھوں تو اک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو لب کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں

اگر خاموش رہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نسبت کا ایک پہاڑ ہے اور جب بولنا شروع کرتا ہوں تو ایک دریا ہے جو رواں معلوم ہوتا ہے۔ اختر اپنے دردِ دل اور بیانِ دردِ دل اور زبانِ ترجمانِ دردِ دل کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کان بھی عطا فرمائے گا جو آشنائے دردِ دل ہوں اور عاشقِ داستانِ دردِ دل ہوں۔ میں عاشقوں کو اللہ سے مانگ رہا ہوں، الحمدللہ ہر سفر

میں کافی دوست احباب جمع ہو جاتے ہیں۔

اور آپ تو دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں صبح صبح جنگل جاتا ہوں، کیسی ہی حالت ہو، ٹھنڈی ہوا ہو، صبح صبح میں کسی دریا کے کنارے، جھیل یا تالاب کے کنارے اور درختوں کے سناٹے میں اکیلا جاتا ہوں مگر اللہ مجھے اکیلا نہیں رہنے دیتا، ایک گروہِ عاشقاں دے دیتا ہے کیونکہ میں اللہ سے مانگتا ہوں، ہم آپ سے آپ کو نہیں مانگتے کہ تم چلو، فلانے چلو، میں اپنے اللہ سے ان کے عاشقوں کو مانگتا ہوں۔ اس لیے اگر کوئی آتا ہے تو وہ خود نہیں آتا اس لیے وہ یہ کہہ سکتا ہے ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں

نسبت اہلِ نسبت ہی سے ملتی ہے

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ!
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُرفشاں مجھ کو

دیکھو! اگر کوئی چراغ ایک کروڑ کا ہو، موتیوں سے جڑا ہوا اور اس میں تیل بھی دس کروڑ کا ہو اور بتی کا دھاگہ بھی بہت قیمتی ہو لیکن اس میں روشنی نہیں ہوگی، یہ تمام عمر بے نور رہے گا، اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی لیکن جب کسی جلتے ہوئے چراغ سے وصل کرے گا تو یہ روشن ہو جائے گا کیونکہ چراغوں سے چراغ جلتے ہیں، یہ ہے شیخ کی صحبت کی قیمت۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا یہ راز بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے چراغ کے ظرف پر نازمت کرو، جو چراغ میری محبت میں جل رہے ہیں ان کے ساتھ رہو، یہ ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ کہ چراغوں سے چراغ جلتے ہیں، میری محبت میں جلتے ہوئے چراغوں کے پاس رہو پھر تم خود روشن ہو جاؤ گے اور ایسے روشن ہو گے کہ پھر تم سے دوسرے

چراغ روشن ہوں گے۔

اس کو ایک اور مثال سے سمجھاتا ہوں: کسی نے میرے شیخ سے پوچھا کہ اللہ والا بننے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ جو بے نمازی کو نمازی بنانے کا طریقہ ہے یعنی ایک بے نمازی کو دس نمازیوں میں ڈال دو۔ کسی کمرے یا کسی ہال میں کرائے پر دس پردیسی رہتے ہوں اور دسوں نمازی ہوں، بڑے شہروں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی الگ الگ مکان نہیں لے سکتا ایک ایک کمرے میں دس دس آدمی رہتے ہیں تو جس کمرے میں دس نمازی ہوں اس میں ایک بے نمازی کو چھوڑ دو، وہ کب تک بے نمازی رہے گا تو جو خدا کا عاشق نہ ہو خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کے گروپ میں اور گروہ میں وہ اِن (in) ہوجائے اور انٹر (Enter) ہوجائے تو ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے کرم سے، عاشقوں کی برکت سے وہ اللہ کا عاشق ہوجائے گا۔

حدیث: اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کی تشریح

ایک حدیث ہے:

((اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ))

(سنن الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ، ج:۲، ص:۹۵)

جو آدمی کسی نیک کام کے لیے کسی کو راستہ بتائے جیسے ایک بے نمازی ہے اور کوئی کہے کہ بھئی نماز پڑھا کرو اور اس کے دل میں آ گئی اور وہ نمازی بن گیا تو جب تک وہ نماز پڑھے گا اس کا ثواب نمازی بنانے والے کو بھی ملے گا۔ اسی طرح کسی کو اللہ کے لئے مال خرچ کرنے کا مشورہ دے دیا تو وہ جتنا مال خرچ کرے گا تمہیں بھی اس کا ثواب ملے گا۔ کسی دوست کو تیار کرلیا کہ بھئی مدرسہ میں مال خرچ کرنے سے قیامت تک جتنے علماء پیدا ہوں گے تم کو ان سب کا

ثواب ملتا رہے گا تو جتنا ثواب اسے ملے گا اتنا ہی ثواب تمہارے اعمال نامہ میں بھی چلا جائے گا۔

اب یہاں ایک عظیم مسئلہ بتا تا ہوں کہ اگر کوئی خاتون اگر آپ سے سوال کرے کہ مردوں کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب ہے اور ہمیں اللہ نے ڈاڑھی سے محروم رکھا ہے تو ہم خواتین کو، عورتوں کو، لیڈیز کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب کیسے ملے گا؟ تو اس کو کیا جواب دو گے؟ ان سے یہ کہو کہ بہت اچھا ہوا جو اللہ نے تم کو ڈاڑھی نہیں دی ورنہ مردوں کے لیے مشکل ہو جاتی۔ اور رہا یہ سوال کہ تم کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب کیسے ملے گا؟ تو تم اپنے شوہروں کو ڈاڑھی رکھوا دو اور روزانہ انہیں ڈاڑھی رکھنے کے لئے کہو، بار بار کہنے سے اثر ہوتا ہے لیکن شیخ کے مشورہ سے کہو۔

حکمت کے ساتھ نصیحت کرتے رہنے کی ترغیب

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا شبیر علی مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی سے کہا کہ سگریٹ نہ پیا کر وہ پیتا رہا اور ہم بھی کہتے رہے اور تعداد لکھتے رہے، سو دفعہ کہا تب تک نہیں چھوڑی، جب ایک سو ایک دفعہ ہوا تو اس نے چھوڑ دی۔ تو معلوم ہوا کہ نیک کام کے لیے کہتے رہو، ایک دن آئے گا کہ وہ مان جائے گا، اللہ کے ہاں وہ دن لکھا ہوتا ہے کہ اتنی دفعہ کہنے پر اس کے دل پر اثر ہوگا اور چوٹ لگ جائے گی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کانپور کے مدرسہ جامع العلوم کے بیت الخلاء میں تھے، باہر دو آدمی باتیں کر رہے تھے، ایک نے کہا کہ ہم نے ایک آدمی کو پچاس دفعہ کہا کہ نماز پڑھا کر، وہ نہیں پڑھتا، تھک کر میں نے کہنا ہی چھوڑ دیا تو دوسرے نے کہا کہ آپ نے غلطی کی، وہ تو بے نمازی بنا رہا، برے

کام پر اڑا رہا اور تم نے نمازی بنانے کے نیک کام کو چھوڑ دیا، جب وہ برائی پر قائم تھا تو تم کو بھلائی پر قائم رہنا چاہیے تھا، برابر کہتے رہنا چاہیے تھا۔

تو جو عورت اپنے شوہر کو بار بار کہتی رہے کہ میاں ڈاڑھی رکھ لو، ڈاڑھی رکھنا واجب ہے تو ان شاء اللہ ایک دن وہ رکھ ہی لے گا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ڈاڑھی کی زینت سے مزین تھی، اگر ڈاڑھی رکھنے سے شکل خراب لگتی تو اللہ نبیوں کو ڈاڑھی رکھوا کر اپنے پیاروں کو بدشکل نہ بناتا۔ ڈاڑھی پر میرے شاگرد کا شعر ہے ؎

اگر ڈاڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بد نما لگتا
تو پھر ڈاڑھی مرے سرکار کی سنت نہیں ہوتی

ڈاڑھی کے خلال کا مسنون طریقہ

اب ایک سنت بھی سیکھ لو، وضو کرتے وقت ڈاڑھی میں خلال کیسے کرتے ہیں؟ ڈاڑھی میں خلال کرنے کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلّو میں پانی لے کر بالوں کی جڑوں کو ملو پھر ہتھیلی کا رُخ آسمان کی طرف رکھتے ہوئے انگلیوں کو بالوں کی جڑوں سے باہر کی طرف نکالتے ہوئے یہ کہو هٰكَذَآ اَمَرَنِيْ رَبِّيْ یعنی مجھ کو میرے رب نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔اس پر محدثین اور فقہاء کا اجماع ہے۔ جب ڈاڑھی ایک مٹھی ہوگی تب ہی تو پانچوں انگلیوں سے خلال کی سنت ادا ہوگی، تھوڑی تھوڑی ڈاڑھی ہوگی تو انگلی بالوں میں کیسے جائے گی؟ لہٰذا خلال کی سنت ادا کرنے کے لیے ڈاڑھی رکھنی چاہیے ورنہ قیامت تک وہ اس سنت سے محروم رہے گا اور ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا قرآن شریف سے بھی ثابت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ

لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِیْ تم میری ڈاڑھی مت پکڑو۔ تو اَخْذِ لِحْیَۃ یعنی ڈاڑھی کا پکڑنا جبھی ہوسکتا ہے جب ڈاڑھی ایک مٹھی ہو۔

اگر ڈاڑھی رکھنا معمولی بات ہوتی تو اللہ اپنے پیاروں کو ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنے کا شرف عطا نہ فرماتا۔ تو عورتیں اپنے شوہروں کو بار بار تقاضا کر کے ڈاڑھی رکھوادیں۔ مرد کسی مولوی کی بات سے زیادہ اپنی بیوی کی بات مانتا ہے کیونکہ بہت سے بیچارے مسٹروں نے مجھ سے کہا کہ بیوی کہتی ہے کہ ڈاڑھی مت رکھنا ورنہ لوگ کہیں گے کہ یہ تمہارے نانا ہیں۔ تو بیوی سے کہو کہ ہم ڈاڑھی رکھیں گے اور ایک مٹھی رکھیں گے مگر براؤن خضاب لگا کر تمہارے نانا نہیں لگیں گے، تمہارے شوہر ہی لگیں گے اور رہیں گے۔ براؤن خضاب جائز ہے، کالا خضاب نہ لگاؤ، وہ ناجائز ہے۔

تو ایک عظیم نعمت اللہ تعالیٰ نے آج لینیشیا میں عطا فرمائی کہ جیسے نیک کام کے لیے کسی کو مشورہ دے دیا جائے کہ بھئی تم یہ نیک کام کرو، نماز پڑھنا شروع کردو اور جتنے بھی نیک کام ہیں ان میں سے کوئی بھی شروع کروادیں تو تمام عمر اگر وہ کرتا رہا تو اس کا ثواب آپ کو ملے گا۔ اسی لیے شیخ اگر کسی کو خلافت دے تو یہ نعمت عظمیٰ ہے، کیونکہ جتنے لوگ اس سے بیعت ہوں گے، اللہ اللہ کریں گے اس کا سارا ثواب شیخ کی طرف بھی لوٹ کر آئے گا اور اس مرید کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

الحمد للہ میرے خلفاء کے بھی مرید ہورہے ہیں، ایسے ہی مفت میں کوئی دادا تھوڑا ہی بن جاتا ہے، پہلے بابا بنتا ہے پھر دادا بنتا ہے، اگر کوئی بابا نہ بنے گا تو کیا دادا بن سکتا ہے؟ اور مجھے تو پردادا بننے کی نعمت بھی حاصل ہے، جسمانی بھی، روحانی بھی۔ میرے پوتے کی جو اولاد ہے میں ان کا جسمانی پردادا ہوں اور میرے خلیفہ کے خلیفہ کے بھی مرید ہورہے ہیں، ان کا روحانی

پردادا ہوں۔

حدیثِ مذکور سے متعلق ایک علمِ عظیم

تو یہ معنیٰ جو ابھی بیان کیا عام ہے، جملہ محدثین اسی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں مگر آج ایک علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمایا کہ جس طرح اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ ہے۔ اسی طرح اس کا عکس بھی ہے کہ کسی گناہ کی طرف اور برائی کی طرف اگر کسی نے مشورہ دیا، اَلدَّالُّ عَلَی الشَّرِ ہوا تو دوسرے کا گناہ بھی اسی کی طرف لوٹ کر آئے گا اور وہ مثلِ فاعل کے ہو جائے گا۔ دلیل قرآنِ پاک میں ہے کہ مصر کی جن عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ اے یوسف! عزیز مصر کی بیوی کی گناہ کی بری خواہش تم مان لو، اس کا دل خوش کر دو ورنہ یہ قید خانے میں ڈلوا دے گی تو آپ نے فرمایا:

﴿رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ﴾
(سورۃ یوسف، آیت: ۳۳)

یَدۡعُوۡنَ جمع مؤنث ہے جبکہ واحد نے بری خواہش ظاہر کی تھی یعنی عزیزِ مصر کی بیوی نے لیکن جن عورتوں نے اس شر کی حمایت اور سفارش کی تھی اور اس کی بری خواہش کو پورا کرنے کا مشورہ دیا تھا اور اَلدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ ہوئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اُتنا ہی مجرم قرار دیا اور ان کو یَدۡعُوۡنَ فرما کر اس جرم میں داخل قرار دیا۔ اس طرف ذہن کم جاتا ہے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ تو سب بتاتے ہیں مگر دَلَالَۃَ عَلَی الشَّرّ بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا کہ فاعلِ شر کا جرم۔ تو اللہ تعالیٰ نے جمع مؤنث یَدۡعُوۡنَ نازل کر کے عزیزِ مصر کی بیوی کے ساتھ مصر کی ان تمام عورتوں کو بھی جنہوں نے دَلَالَۃَ عَلَی الشَّرّ کیا تھا مجرمات میں داخل کر دیا۔

بغیر صحبتِ شیخ کیفیتِ احسانیہ حاصل نہیں ہوسکتی

ایسے ہی جو شخص کہے کہ بھئی کسی اللہ والے سے تعلق جوڑ لو، بغیر پیر کے مت رہو تو یہ بھی اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ ہے کیونکہ بغیر پیر کے جو رہتا ہے، جس کا کوئی مربی نہیں ہوتا وہ مربہ نہیں بن سکتا، کتابوں سے کوئی کیفیاتِ احسانیہ نہیں پا سکتا، کیفیتِ احسانیہ قلب سے قلب میں منتقل ہوتی ہے۔ اخلاص اور اللہ کی حضوری یعنی احسان یہی ہے:

((اَنْ یُّشَاهِدَ رَبَّہٗ بِقَلْبِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَی اللّٰہَ تَعَالٰی شَانُہٗ بِعَیْنِہٖ))

یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، یہ کیفیت ہے کمیت نہیں ہے۔

نبی کے قلبِ مبارک میں اتنی بڑی احسانی کیفیت تھی کہ صحابہ نے قلبِ نبوت سے جو کیفیتِ احسانیہ حاصل کی وہ اب کسی کو نہیں مل سکتی، لہٰذا اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں ہوسکتا کیونکہ قلبِ نبوت نہیں پاسکتا۔ اولیاء سے جس کے اندر کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوتی ہے تو وہ ولی تو ہوسکتا ہے صحابی نہیں ہوسکتا کیونکہ صحابی وہ ہوتا ہے جس کو کیفیاتِ احسانیہ نبی کے قلب سے حاصل ہوں۔ تو کیفیاتِ احسانیہ کے لیے کچھ دن جا کے شیخ کے ساتھ رہو ؎

کبھی کبھار وِزِٹ کو تو کمپنی نہیں کہتے

یہ مولانا منصور صاحب کا مصرع ہے۔ لہٰذا جب ایک طوفان کے ساتھ دوسرا طوفان دریا میں مل جائے پھر دیکھو ؎

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
مئے مرشد کو مئے حق میں ملا لینے دو

شیخ کی محبت کو اللہ کی محبت سے ملاؤ پھر دیکھو کہ کیسی مستی ہوتی ہے۔

نگاہِ اولیاء رنگ لاتی ہے

میری حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی تو وہاں علماء ندوہ بھی موجود تھے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ندوہ کے علماء بری نظر کو تو تم تسلیم کرتے ہو، اسلام کا عقیدہ ہے، حدیث میں ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ۔ بری نظر لگ جاتی ہے اس کو مان لیتے ہو تو اللہ والوں کی اچھی نظر کو کیوں نہیں تسلیم کرتے ہو؟ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے فَکَیْفَ نَظَرُ الْعَارِفِیْنَ الَّذِیْ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ وَلِیًّا وَالْجَاھِلَ عَالِمًا۔ پھر ہنس کر یہ شعر پڑھا۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

تفسیر روح المعانی کی عبارت ہے خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ اللہ والوں کے ساتھ، اپنے شیخ کے ساتھ، اپنے مربی کے ساتھ اتنا رہو، اتنا اختلاط رکھو کہ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ تم بھی اُنہی جیسے ہو جاؤ، انہی جیسے بولنے لگو، وہی آہ و فغاں، چشمِ اشکبار، تڑپتا ہوا قلب، شیخ کی ساری کیفیات اور کمیات تم میں منتقل ہو جائیں چاہے کمیات منتقل نہ ہوں مثلاً شیخ پہلوان کی طرح ہے اور مرید کمزور ہے تو اس جیسا ہونے کے لئے کیفیاتِ احسانیہ کافی ہیں پھر اس کی دو رکعات بھی لاکھ رکعات کے برابر ہو جائیں گی۔

مجاہدہ بقدرِ استطاعت فائدہ مند ہے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو قوی ہے، پہلوان ہے وہ چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کر کے جہاں پہنچے گا ایک کمزور آدمی سو دفعہ اللہ اللہ کر کے اسی مقام پر پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فَاتَّقُوا اللّٰہَ

مَا اسْتَطَعْتُمْ فرمایا ہے یعنی جتنی تمہاری استطاعت ہو، تو پہلوان چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرتا ہے اور یہ غریب کمزور ہے، درس و تدریس سے تھک جاتا ہے، یہ سو دفعہ پڑھنے سے وہیں پہنچے گا جہاں چوبیس ہزار والا پہنچتا ہے۔ ویسے بھی اس زمانہ میں بوجہ طبیعتوں کے ضعف کے لوگوں میں زیادہ وظائف و اذکار کا تحمل نہیں ہے۔ زیادہ وظائف سے لوگوں میں غصہ، چڑچڑا پن، نفسیاتی امراض، ڈپریشن، ٹینشن وغیرہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں اس زمانہ کے لوگوں کے لئے دن بھر میں صرف چار تسبیحات تجویز کرتا ہوں:

سو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، سو بار اَللہ اَللہ، سو بار استغفار (رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ) اور سو بار درود شریف (صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ)۔ کیونکہ جو ہمیں پہنچانے والا اور جذب کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جذب کرے گا، ہماری عبادت سے جذب نہیں کرے گا، وہ اپنی رحمت سے جذب کرے گا۔

(ایک صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا) میری باتیں سن کر جب یہ مہتمم صاحب کہتے ہیں ''واہ رے میرے پیر!'' تو یہ مجھ کو بہت ہی بدھو معلوم ہوتا ہے۔ محبت بڑے بڑے عقلمندوں اور چالاکوں کو عقلِ کامل دیتی ہے، جس کو میں نے بدھو سے تعبیر کیا ہے۔ دنیا والے اس کو بدھو کہتے ہیں کہ دیکھو یہ پیر کے چکر میں پڑا ہوا ہے، بڑا بے وقوف ہے۔

حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کا عشقِ شیخ

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دن میں سو دفعہ جاتے تھے۔ ایک منٹ بھی موقع ملا تو جا کے کہا کہ السلام علیکم حضرت! بس اب پڑھانے جا رہا ہوں فلاں

کتاب کا گھنٹہ ہو گیا ہے تو کسی نے کہا کہ میاں کیا تم پاگل ہو گئے ہو جو پیر کے پاس دن میں سو دفعہ جاتے ہو تو انہوں نے فرمایا۔

دن میں سو سو بار سو سو بار واں جانا مجھے
اس پہ سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

چلو ٹھیک ہے تم ہم کو پاگل کہہ دو لیکن ہم تو تم کو پاگل سمجھتے ہیں کیونکہ تم اللہ کی محبت میں گرفتار نہیں ہوئے۔

مشائخ کو ایک اہم نصیحت

لیکن دیکھو! بعض مرید بے وفا بھی ہوتے ہیں اور شیخ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ جب شیخ سے کوئی مرید بھاگ جائے تو شیخ کو غمگین نہیں ہونا چاہیے، بے اصولی سے احتیاط رکھے کہ اپنی بے اصولی سے اس کو فرار نہ اختیار کرنا پڑے لیکن اگر کوئی اپنے تکبر یا اپنی خباثتِ طبع یا اکڑفوں سے شیخ کو نظر انداز کر کے بھاگ جائے تو سمجھ لو کہ اس کو دوسرے عاشقین اور بہت باوفا مرید ملنے والے ہیں، اس کی دلیل ہے:

﴿مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ﴾

(سورۃ المآئدۃ، آیت: ۵۴)

اگر کوئی دین سے مرتد ہو جائے تو اللہ اس کے بدلے عاشقوں کی ایک قوم لائے گا۔ میرا تجربہ ہے کہ ایک دو مرید بھاگے تو اللہ نے دس بھیج دیئے اور نہایت عاشق باوفا، جان و مال سے فدا۔ تو چند لوگ مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم عطا فرمائی لہٰذا یہ ساری سنتیں اولیاء اللہ و مشائخ کو بھی ملتی ہیں، بعض لوگ دل سے ساتھ نہیں رہیں گے، وہ ٹوہ لگاتے ہیں کہ یہاں کیا کیا کیڑے ہیں اور اگر کیڑے نہیں نکالتے تو بقول قرار

صاحب کیڑے ڈال دیتے ہیں۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دور دور سے لوگوں نے فیض اٹھایا، جونپور سے ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اعظم گڑھ سے دو خلیفہ شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ، ہردوئی سے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم غرض ہر طرف سے فیض لینے والے ہوئے مگر تھانہ بھون میں چراغ تلے اندھیرا تھا، سب حضرت کی غیبت کرتے تھے کہ اس بڈھے میں کیا رکھا ہے جو کلکتہ، اعظم گڑھ اور نجانے کہاں کہاں سے لوگ آرہے ہیں، ان میں ایسی کیا خاص بات ہے۔

اعمال کا وجود قبولیت پر موقوف ہے

لہٰذا جب اچھے باوفا دوست مل جائیں تو شکر ادا کرے، کسی عمل پر فخر نہ کرے کیونکہ عمل کا وجود قبولیت پر ہے، اگر عمل مقبول ہے تب تو موجود ہے اگر مقبول نہیں ہے تو غیر موجود ہے۔ اس کی دلیل حدیث میں ہے:

((طُوْبٰی لِمَنْ وَّجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا))

(سنن ابن ماجة، کتاب الادب، باب الاستغفار)

مبارک باد ہے اس کے لیے جو اپنے نامہ اعمال میں کثیر استغفار پائے گا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ پائے گا تب جب مقبول ہوگا، اگر اللہ نے اس کا استغفار قبول نہیں فرمایا تو نہ وہ واجد ہوگا نہ استغفار موجود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کی طرح کیسے علوم عطا فرمائے ہیں۔ دعا بھی کرو کہ اللہ ہمارا استغفار قبول فرمائے تاکہ ہم واجد ہوجائیں اور استغفار موجود ہوجائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں طوبیٰ مل جائے گا یعنی مبارک باد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو مبارک باد دیں گے وہ جہنم میں تھوڑی جائے گا۔

اذان کے بعد کی دعا اور اس کی شرح

(اس دوران اذان شروع ہوگئی اذان کے بعد حضرت والا نے یہ دعا پڑھی۔جامع):

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ))

اذان کے بعد کی اس دعا میں وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ میں قائمہ بمعنیٰ دائمہ ہے یعنی نماز کی ہیئت قضائیہ میں قیامت تک کوئی تغیر وتبدیلی نہیں ہوگی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مقامِ محمود کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مقامِ محمود سے مراد مقامِ شفاعت ہے، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائیں گے اور اللہ کے وعدے میں تخلف بھی نہیں ہے تو ہمیں مقامِ محمود کو مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے تمہارے حق میں کوئی وعدہ نص قطعی سے نہیں ہے لیکن اس دعا کو پڑھنے کی برکت سے تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوجائے گی۔

اسی طرح اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں ایک کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ سکھا دیا کہ ہمیں نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی مگر جب اللہ ہماری حفاظت فرمالے اور نہیں ہے ہمیں طاقت اللہ کی عبادت کی مگر جب اللہ توفیق عطا فرمائے، مدد فرمائے، تو اس کلمہ کی برکت سے ہمیں نماز پڑھنا آسان ہوجائے گا۔ کیونکہ نماز بڑی بھاری چیز ہے، طواف کرنا آسان ہے، صفا مروہ کی دوڑ میں خوب مزے آرہے ہیں، کنکری مارنے میں بھی مزے آرہے ہیں لیکن نماز میں اللہ اکبر کے بعد اب نہ بول سکتے ہیں نہ اِدھر

اُدھر تاک جھانک کر سکتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾
(سورۃ البقرۃ، آیت:۴۵)

نماز بہت بھاری چیز ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھاری نہیں لیکن ہر ایک کو یہ مقام حاصل نہیں اور جن کو حاصل ہے ان کے لئے مزید آسانی ہو جائے گی۔ لہٰذا یہاں لَبَّيْكَ نہیں سکھایا عاجزی سکھائی، آہ و زاری کرو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اسی عاجزی کا سبق دیتا ہے کہ اے اللہ آپ کی رحمت کے سہارے ہم مسجد تک آسکتے ہیں۔ اگر اسلام اللہ کی طرف سے نہ ہوتا کوئی دنیاوی آدمی بناتا تو اس میں یہی کہتا کہ ربّا بلا رہے ہیں لہٰذا لَبَّيْكَ کہو کہ ابھی آرہا ہوں اے ربّا! بس ابھی آرہا ہوں نماز کے لیے۔ واہ رے اسلام! اللہ نے ہمیں عاجزی سکھائی کہ اس کلمہ کی برکت سے میری مدد اور یاری حاصل کرو، تم زاری کرو ہم یاری کریں گے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حاصلِ زاری ہے اور اس کے اندر میری یاری کی ضمانت ہے۔

عارفانہ اشعار وعظ سے کم نہیں

تو آج جو میں نے آپ کو اپنے اشعار سنوائے کیا یہ وعظ نہیں ہے؟ یہ اشعار بھی وعظ ہیں، ہر شعر وعظ ہے ؎

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

یہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی کا شعر ہے، ہر شعر شاعر کی تاریخ ہوتا ہے ؎

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

اصغر جگر کے استاد ہیں فرمایا کہ مجھے دردِ دل کیسے ملا؟ اللہ کی محبت کا درد کیسے ملا ؎

میں نے لیا ہے دردِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

مرجھانے والے پھولوں پر مرنے والا بین الاقوامی اُلو ہے یا نہیں؟ مرجھانے والے پھولوں کو اگر قربان کر بھی دیا تو بھی یہ سستا سودا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی نظر حسینوں سے بچالی اور مرجھانے والے پھولوں سے اپنے قلب ونظر کو پاک کرلیا تو میں اپنے مولیٰ کو پا گیا لیکن اس کی تعبیر کتنی پیاری کی انہوں نے ؎

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

چند کنکر پتھر دے کر اللہ کو پا گیا الحمدللہ! اللہ کو بہت سستا پایا۔

آج کا یہ سبق لے لو اور خونِ تمنا کی عادت ڈالو اگر اللہ کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ مشرق کو لال کر کے آفتاب دیتے ہیں اور دل کو لال کر کے خالقِ آفتاب دیتے ہیں، کیا یہ الفاظ کچھ نہیں بتاتے کہ اختر کو کہیں سے عطا ہورہا ہے۔ آہ! یہ زمین کی پیداوار نہیں ہے، جب مشرق لال ہوتا ہے تو سورج نکلتا ہے اور جس کا دل خونِ تمنا سے لال ہوتا ہے تو وہ خالقِ آفتاب کو پا جاتا ہے کیونکہ مؤمن کا دل بادشاہ ہے، مشرق چاہے کتنا ہی لال ہو اس کی قیمت مؤمن سے بڑھ کر نہیں ہے۔

بس تقریر ختم، میرا وعظ ہوگیا، یہ سب میرا وعظ ہی تو ہے، فرق یہ ہے کہ وعظ کبھی نثر میں ہوتا ہے، کبھی نظم میں، یہ وعظ منظوم بھی ہے اور نثر میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

☆......☆......☆......☆

سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

کلام: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخمِ نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو! لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہلِ دل کی داستاں مجھ کو

زبانِ عشق کی تاثیر اہلِ دل سے سنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگین دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

مری صحرا نوردی اور میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھ کو

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو! راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ!
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُرفشاں مجھ کو